

ایک سو ستر بلین روپے ہیں۔ اس سال جو بیرونی قرض لیا جائے گا وہ تمام اس قرض کے سود کی ادائیگی میں چلا جائے گا۔ یہ صورت انتہائی پریشان کن ہے۔

بجٹ اب قومی اسمبلی کے سامنے پیش ہے۔ حکومت اور تمام ارکان اسمبلی سے میری خصوصی اپیل ہے کہ وہ بجٹ کا تفصیلی جائزہ لے کر اس میں بنیادی تبدیلیاں کریں تاکہ عام لوگوں کو کچھ بنیادی ریلیف دیا جاسکے اور زراعت پیشہ لوگوں، چھوٹے کاروباری طبقے اور خود کام کرتے والے اہل صنعت و حرفت کی حوصلہ افزائی کی جاسکے۔ ان طبقات کی حوصلہ افزائی کر کے ہی ملک اقتصادی خود کفالت حاصل کرنے کی منزل کو پاسکتا ہے۔

وہ اقدامات جو مرکزی بجٹ کے تحت ضروری ہیں

(وزیراعظم اور وزیر خزانہ سے اپیل)

جناب میاں طفیل محمد صاحب۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان

یہ عجیب بات ہے کہ بجٹ جو ہر قوم کی مالی زندگی کا ایک مستقل سالانہ فیچر اور معمول کا واقعہ ہے۔ ہمارے ملک میں یہ ہر سال خوف و ہراس کا پیش خیمہ اور شہریوں کے لیے سراسیمگی کا پیغام بن کر آتا ہے۔ اور ہمارے ہر بجٹ کے بعد اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اور ٹیکسوں کے بوجھ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اب پھر چند دنوں کے بعد نیا بجٹ آنے والا ہے اور باشندگان ملک اس سے خوف زدہ ہیں۔ اس موقع پر میں ملک کے وزیر خزانہ اور وزیراعظم سے پوری دردمندی کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجٹ کی اس خوفناک روایت کو تبدیل کریں۔ نئے جمہوری دور کے ساتھ بجٹ کے سلسلے میں بھی بہتر روایات کا آغاز کریں۔ اس بجٹ کو اسلام کے فلاحی نظام کی طرف پیش قدمی اور عوام کی مشکلات کم کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ اس مقصد کے لیے میرے خیال میں درج ذیل اقدامات آسانی سے کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ حکومت اپنے انتظامی اور غیر پیداواری مصارف کا سنجیدگی سے حقیقت پسندانہ جائزہ لے اور اپنے ان تمام شالانہ اور مسرفانہ اخراجات کو جو محض ظاہری شان و شوکت

اور عرب داب کے لیے کیے جاتے ہیں یکسر ختم کر دے۔ گزشتہ پندرہ سال میں اور خصوصیت سے ۸۰-۱۹۷۹ء سے غیر پیداواری اخراجات میں بے پناہ اضافہ کیا گیا ہے۔ حکومت کفایت شعاری اور سادگی کی باتیں بہت کرتی ہے لیکن زندگی کے ہر شعبہ میں عملاً اسراف اور نمائشی مصارف کی ریل پیل ہے۔ اب ان چیزوں کو بالکل ختم نہیں تو اتنا ضرور کم کر دیا جائے کہ لوگوں کو نظر آئے کہ حکومت سادگی اختیار کر رہی ہے۔

۲۔ بین الاقوامی حالات کی تبدیلی سے حکومت پر جو دو بڑے بوجھ تھے ان میں نمایاں کمی ہو گئی ہے۔ پٹرول کی قیمت ۳۲ اور ۳۵ ڈالر فی بیرل سے گر کر ۱۰ اور ۱۲ ڈالر ہو گئی ہے چنانچہ اس کی درآمد پر جو ۳-۱ بلین ڈالر کا زر مبادلہ خرچ ہو رہا ہے وہ اب صرف ۷ اور آٹھ سو بلین ڈالر رہ گیا ہے۔ اس طرح خوردنی تیل جس کی قیمت گیارہ سو ڈالر فی ٹن تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اب ۲۰۰ اور ۲۵۰ ڈالر فی ٹن مل رہا ہے۔ خوردنی تیل کی قیمتوں میں صرف علامتی کمی ہوئی ہے۔ اور پٹرول اور اس کی مصنوعات میں سرے سے کوئی ریلیف عام شہریوں کو نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب ان چیزوں کی قیمتیں عالمی منڈیوں میں بڑھی تھیں تو یہی کہہ کر فوراً اضافہ کر دیا گیا تھا کہ اس بوجھ کو صارفین ہی کو اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اب قیمت کم ہونے پر صارفین کے ساتھ یہ ظلم بدستور دواکیوں رکھا جا رہا ہے؟ پٹرول کی قیمتوں کو گرے ہوئے تقریباً آٹھ ماہ ہو چکے ہیں لیکن اس سلسلہ میں حکومت نے چپ سا دھ رکھی ہے۔ ان دونوں معاملات میں نہ یادتیوں کا اس بجٹ میں لازماً ازالہ ہونا چاہیے۔

۳۔ عام شہریوں کی ضرورت کی چیزوں کی قیمتوں میں استحکام پیدا کرنا اور اضافہ کے رجحان کو روکنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ روز افزوں مہنگائی ہر شعبہ زندگی میں عوام کو پریشان کر کے سڑکوں پر لے آئے گی۔

شہری خدمات کے اداروں کا حال نہایت خراب ہے اور روز بروز بدتر ہو رہا ہے۔ مثلاً بجلی کی لوڈ شیڈنگ، ہسپتالوں کی حالت ناز، اسکولوں کی ندبوں حالی، امن و امان، سڑکوں کی شکستہ حالت، یہ چیزیں اس امر کی علامت ہیں کہ مختلف حکومتی اداروں کا ڈھانچہ درہم برہم ہو رہا ہے۔ ایک طرف سرورسز کا یہ حال ہے اور دوسری طرف

سروس چار جہز کے عنوان سے ان کی قیمتیں برابر بڑھائی جا رہی ہیں اور قیمتیں جتنی بڑھتی جاتی ہیں ہولنتوں کی حالت اتنی ہی دگرگوں ہوتی جاتی ہے۔ اس صورت حال پر قابو پانے کا حکومت کو انتظام کرنا چاہیے۔

۴۔ مزدوروں اور کم تنخواہ پانے والے سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کی حالت سخت پریشان کن ہے۔ ان کے معاوضے اتنے کم ہیں کہ ایک کنبے کی کم سے کم بنیادی ضروریات زندگی کسی طرح سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ انڈیکسیشن (INDEXATION) کے نام پر جو اسکیم رائج کی گئی تھی وہ ناکام رہی ہے۔ افراط زر کی جو شرح حکومت بتا رہی ہے یعنی ۵٪، وہ حقیقت کے قطعاً خلاف ہے۔ اس کے نتیجے میں تنخواہوں میں اضافہ ۳ اور ۴ فیصد ہی ہو گا جو مہنگائی سے پیدا ہونے والی مشکلات کے مقابلے کے لیے قطعاً ناکافی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اجرتوں کے پورے نظام کو از سر نو حقیقت پسندانہ بنیادوں پر تشکیل دیا جائے تاکہ ایک عام آدمی کی اجرت ایک طرف اس کی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے کی ضامن ہو تو دوسری طرف کارکن کے لیے پیداوار بڑھانے کی محرک بنے۔ اس کے علاوہ ملک میں عام بے روزگاری ہی نہیں، پڑھے لکھے لوگوں کی بے روزگاری بڑھ رہی ہے جو درحقیقت ملک کے نظام تعلیم کے بالآخر پر اور دیوالیہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کی طرف بھی ہمارے حکمرانوں کو توجہ کرنی چاہیے۔

۵۔ ہمارے زرعی شعبہ کی حالت بھی ہرگز اطمینان بخش نہیں ہے۔ بلاشبہ بڑے زمینداروں کو کافی بلکہ بڑے فوائد پہنچ رہے ہیں۔ لیکن عام کاشتکار جو زرعی آبادی کا ۸۰ فیصد سے بھی زیادہ حصہ ہے، سخت پریشانیوں سے دوچار ہے۔ زرعی اجناس کی صحیح قیمت اسے نہیں مل رہی۔ زرعی شعبہ کے لیے قرض اور سرمایہ کی فراہمی بہت ناکافی ہے بین الاقوامی اور ملکی قیمتوں کے فرق کا فائدہ نہ کاشتکار کو پہنچ رہا ہے اور نہ ملکی خزانہ کو۔ اسے سرکاری کارپوریشنیں اور درمیانی طبقہ مہتمم کر رہا ہے۔ مارکیٹنگ کا اچھا نظام نہ ہونے کے باعث بھی کاشتکار محنت کے ثمر سے محروم رہتا ہے اور چند ہزار روپے زمیندار ہی سرکاری اسکیموں سے جائز و ناجائز ناندہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ٹیکس سے بھی

ان کو مکمل چھوٹ ہے۔ مذکورہ ۸۰ فیصدی محروم آبادی کے حقوق کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔

۶۔ در آمد اور برآمد کا خسارہ آسان سے باتیں کر رہا ہے۔ برآمدات کو بڑھانے کے لیے جو بھی اقدامات کیے گئے ہیں وہ فرسودہ اور غیر موثر ہیں۔ اور درآمد پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور قرضہ دینے والی ایجنسیوں کے باؤ کے تحت درآمدات کو بالکل کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے۔ جس کے نتیجے میں اب سالانہ خسارہ ۹۰ بلین روپے تک پہنچ گیا ہے۔ خسارہ کی سرمایہ کاری اور ترمیم مبادلہ میں مسلسل تخفیف قدر (DEVALUATION) معمول بن گیا ہے۔ بیرونی قرضے بڑھ رہے ہیں۔ اور ترمیم مبادلہ کی قدر کے گرنے سے قرضوں کی ادائیگی کی شرح (DEBT - SERVING) مہنگی سے مہنگی تر ہوتی جا رہی ہے۔ یہ تمام چیزیں قومی معیشت میں بنیادی بگاڑ کی علامات ہیں، جن کا سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے۔

۷۔ انکم ٹیکس کے موجودہ نظام سے ملک اور خصوصیت سے ایماندار تاجر بے حد پریشان ہیں۔ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کاروبار کی راہ میں بھی موجودہ انکم ٹیکس کا نظام سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ انکم ٹیکس کا عملہ جس طرح تاجر برادری کو کھٹک رہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ معیشت کا ایک بڑا حصہ بلیک انکالومی بن چکا ہے اور عام سرمایہ کاری کے لیے رکاوٹ بن رہا ہے۔ پچھلے سال وعدہ کیا گیا تھا کہ چند مہینوں میں ٹیکس ریفرم کمیشن کی تجاویز قوم کے سامنے آجائیں گی۔ لیکن ایک سال گزرنے کے بعد بھی صرف عبوری رپورٹ کی خوشخبریاں سنائی جا رہی ہیں۔ قومی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ انکم ٹیکس کے اس ظالمانہ نظام سے ملک کو نجات دلائی جائے اور انصاف پر مبنی تبادلاتی نظام لانے کو اولیت دی جائے۔

۸۔ بجٹ اور مالیاتی نظام کے سلسلے میں سب سے زیادہ یں جس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، وہ معیشت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا مسئلہ ہے۔ باقی پاکستان سے ملے ملک کے ہر سربراہ نے پاکستان میں اسلامی فلاحی ریاست قائم کرنے کا دعویٰ کیا ہے، لیکن اس

سلسلہ میں کوئی واضح پالیسی آج تک اختیار نہیں کی گئی۔ جو اقدامات پچھلے چند سالوں میں ہم نے ہیں ان کا جو حشر ہوا ہے وہ سخت افسوسناک ہے۔ زکوٰۃ و عشر کی مد میں متوقع آمدنی کا پانچواں حصہ بھی نہیں آتا ہے۔ پھر یہ بھی برابر سننے میں آ رہا ہے کہ زکوٰۃ و عشر کو ان مصارف کے لیے استعمال نہیں کیا جا رہا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مقرر کیے ہیں۔ نیز اس مقدس امانت کی تقسیم میں بدعنوانیوں کی شکایات بھی بڑھتی رہی ہیں۔

یہی حکومت اور قوم کے خدا کے حضور جواب دہی کا احساس رکھنے والے تمام لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ سود جسے قرآن مجید نے خدا اور اس کے رسولؐ سے براہ راست جنگ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے اس سے ملک کی معیشت کو پاک کرنے کی فکر کریں۔ اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے جو اقدامات اب تک کیے گئے ہیں ان کا حال بہت زبوں اور رُوبہ زوال ہے۔ نفع و نقصان کی بنیاد پر اسلامی اصول کے مطابق سرمایہ فراہم کرنے کے بجائے مارک اپ اور بائی انگ بیک (BUYING-BACK) کے نام پر سود کی ترویج ہی کو نہیں اپنی اس کی شکل کو بھی باقی رکھا جا رہا ہے۔ مارک اپ کی شرح ماضی کے سود سے بھی زیادہ ہے اور معلوم ہوا ہے کہ بڑے سرمایہ داروں سے مارک اپ کی شرح اگر ۱۲ اور ۱۴ فیصد ہے تو چوٹے تاجروں اور صنعت کاروں سے یہ شرح ۱۶ اور ۱۸ فی صدی تک لی جا رہی ہے جو صریح ظلم اور اسلام کے نام پر کمزوروں کا استحصال ہے اور اسٹیٹ بینک اور حکومت مسلسل نئے سودی بانڈ جاری کر رہے ہیں۔ این۔ ڈی۔ ایف۔ سی نے اپنی سرمایہ کاری کے اصولوں میں کوئی جوہری تبدیلی نہیں کی ہے۔ اسی طرح سے پی۔ ایل۔ ایس کھاتوں کی شکل میں جو جزوی اصلاح شروع ہوتی تھی وہ بھی غتر بود کر دی گئی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کونسل نے کم از کم چند بار اس صریح خلاف ورزی کی نشان دہی کی ہے لیکن حکومت نے اس کی کوئی پروا نہیں کی ہے۔ ملک کے مختلف گوشوں سے علماء کرام نے اس پر احتجاج کیا ہے اور سمینٹ میں اس پر قرار داد بھی آئی ہے، لیکن حکومت کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

اسلام کے حکام کے ساتھ یہ طرز عمل شریعت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہ صورت حال اس

صدر اور قومی اسمبلی کے تحت پیش آمدہ ہے جن میں سے ہر ہر فرد اسلامی نظام کے قیام اور شریعت کے نفاذ کا عہدہ کر کے منتخب ہوا ہے۔ اس لیے یہی حکومت اور اسمبلی کے تمام ذمہ داروں اور ان کے ہر فرد سے ملک اور قوم کے علاوہ خود اس کی اپنی بھلائی کے لیے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک کے پورے نظام کو غیر اسلامی اجزاء سے اور ہمارے نظام معیشت کو سود سے پاک کرنے کے کام کو اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کے مطابق پایہ تکمیل کو پہنچائے اور پوری قوم کی دنیا اور عاقبت سنوارے۔ اب تو بنی اسرائیل کی طرح صحرائے سینا میں چالیس سال بھٹکتے پھرتے کی مدت بھی آپ نے پوری کر لی ہے، اشد اب اور مہلت کب تک دے گا۔ چالیس برس خدا اور اس کے بندوں سے لڑائی میں آدھا ملک تو کھو دیا ہے۔ اب اس کی فرمانبرداری کی راہ اختیار کر کے باقی ماندہ کو بچا لیجیے۔

تحریکی لٹریچر میں خوبصورت اضافہ

یادوں کی امانت

سید عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

مجلد میچہ ڈسٹ کور — صفات: ۵۱۲ — قیمت: ۶۰ روپے

البدن پبلی کیشنز - ۲۳ - راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور